AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/6 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.2 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

عہدِ نبوی ﷺ کا مرکزی نظم ونسق: نائبین، کاتبین اور مشیرین کا ادارہ جاتی وانتظامی کردار

The Central Administrative Framework of the Prophetic Era: An Institutional and Executive Study of Deputies, Scribes, and Advisors

Waqar Ahmad

Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University Islamabad,

Email: zf8810150@gmail.com

Ayesha Bibi

M.Phil. Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University Islamabad,

Email: raniji8584@gmail.com

Syed Zeeshan Hussain Shah

M.Phil. Scholar, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology, Mirpur, AJK, Email: syedzeeshanh406@gmail.com

Abstract:

. The State of Madinah, established by the Prophet Muhammad ﷺ was the first organized and fully functional Islamic state, built upon the foundations of justice, consultation (shūrā), accountability, and divine guidance. With its establishment emerged a sophisticated administrative and institutional framework that transformed a tribal society into a cohesive and disciplined community. This article presents a scholarly and analytical study of the central governance structure during the Prophetic era, with a particular focus on the roles of deputies (nuwwāb), scribes (kuttāb), and advisors (mushīrīn). The study explores the nature of these roles, their responsibilities, methods of appointment, qualifications, and their contributions to the management of state affairs. It highlights how the Prophet ﷺ appointed capable individuals based on merit, integrity, and trustworthiness, forming a model of governance deeply rooted in Islamic ethical values. The research also demonstrates how the administrative principles employed by the Prophet ﷺ align with many modern principles of governance, such as delegation of authority, record-keeping, institutional consultation, and organizational efficiency. The findings

underscore that the Prophetic administrative model was not only effective in its historical context but remains a timeless blueprint for Islamic governance. This article serves as a valuable resource for researchers, historians, and students of Islamic political thought, providing insights into the institutional dynamics of one of the most successful models of leadership in human history.

KeyWords : Administrative Framework, Deputies, Scribes, Advisors, Responsibilites)

تمہید:

اسلام ایک آفاقی دین ہے جو محض عقائد و عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک جامع تہذیبی و تمدنی نظام بھی پیش کرتا ہے، جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اس نظام کا کامل نمونہ ہے، جس میں فرد سے لے کر ریاست تک کے تمام پہلو عملی شکل میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ عہدِ نبوی ﷺ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف ایک روحانی انقلاب برپا کیا بلکہ ایک مثالی ریاست قائم کرکے دنیا کو ایسا نظامِ حکمرانی عطا فرمایا جو عدل، شفافیت، مشاورت اور انسانی وقار پر مبنی تھا۔

ریاستِ مدینہ اس اسلامی نظم و نسق کا پہلا اور بہترین عملی نمونہ تھی، جہاں نبی کریم ﷺ نے ایک منظم، مربوط اور فعال حکومتی ڈھانچے کی تشکیل کی۔ اس ریاستی نظم میں انتظامی، عدالتی، عسکری، مالیاتی اور خارجی امور کو منظم انداز میں سنبھالا گیا۔ اس تنظیمی ڈھانچے میں آپ ﷺ نے مختلف افراد کو نائبین، کاتبین، مشیرین، فرمان روان, سفراء اور محررین کی حیثیت سے ذمہ داریاں تفویض کیں، جو ریاست کے مختلف شعبہ جات کو سنبھالنے میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے ریاست کو چلانے کے لیے کوئی مطلق العنان طرزِ حکمرانی اختیار نہیں کیا بلکہ مشاورت، شفافیت، اور اہل افراد کی شراکت کو بنیاد بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کا یہ تنظیمی ڈھانچہ تاریخِ انسانیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

زیرِ نظر آرٹیکل اسی نظمِ حکمرانی کے ادارہ جاتی پہلوؤں پر مرکوز ہے، جس میں خاص طور پر نائبینِ نبوی، کاتبینِ نبوی اور مشیرینِ نبوی کے کردار، تقرری، ذمہ داریوں اور کارکردگی کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے ادارہ جاتی نظم کو آج کے تناظر میں سمجھا جائے اور عصرِ حاضر میں اسلامی نظامِ حکومت کی تشکیل و تطبیق کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کی جائے

ریاست مدینہ کی مجلس عاملہ۔

مرکزی تنظیمی ڈھانچہ میں کچھ یوں تقسیم تھی، جو مندرجہ ذیل ہے:

نائبین نبوی:

سیاسی اور انتظامی اعتبار سے جب ریاست کے مقتدر اعلیٰ کی عدم موجودگی ہوتی ہے تو اس وقت ریاستی معاملات چلانے کے لئے ایک نائب کی ضرورت ہوتی تھی جسے آج کل سنئیر منسٹر کہا جاتا ہے جو وزیر اعظم کی عدم موجودگی میں وزیر اعظم ہوتا ہے جیسا کہ آجکل کے دور میں ہوتا ہے۔ جب آپ بھی جب باہر تشریف لے جاتے تو آپ اپنے نائبین مقرر فرماتے وہ آپ کی عدم موجودگی میں ریاستی امور کے ساتھ ساتھ دینی امور بھی سرانجام دیتے یعنی امامت کے فرائض سرانجام دیتے۔ اب اس سے مراد نمازوں کی امامت نہیں بلکہ اس سے مراد نہایت تام ہے

کیونکہ وہ آپ کی غیر حاضری میں مدینہ کی مرکزی حکومت ودیگر انتظامی امور کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے جو اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہے کہ نیابت صرف مسجد کے معاملات میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا کہ صرف نماز تک ہے حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سب سے پہلے اس چیز پر شدید ضرب کاری کی تا کہ اس کے وجود کا خاتمہ ہو سکے۔"عہد نبوی میں اس عہدہ پر کم و بیش 32 تقرریاں کی گئیں جبکہ نائبین رسول کی کل تعداد صرف تیرہ تھی۔یعنی بعض خوش بخت صحابہ کو یہ سعادت بار بار ملی۔ تاریخی اور توفیقی اعتبار کے مطابق پہلے غزوہ ودان کے زمانے میں حضرت سعد بن عبارہ خزرجی کو اور اس کے بعد غزوہ بواط کے دوران حضرت سعد بن عبادہ کو یہ عہدہ ملا تھا مدینہ کے دو عظیم ترین مقامی شیوخ قبیلہ کی یکے بعد دیگرے تقرری دراصل فراست نبوی کی دلیل تھی۔"[i]

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی یہی دوراندیشی تھی کہ آپ نے شہر نبوی کے دونوں اہم ترین مقامی طبقات اوس اور خزرج کی حوصلہ افزائی محبت وشفقت سے کی بلکہ ان کو اسلامی حکومت میں برابر کا شریک ہونے کا عندیہ بھی دیا کہ آپ بھی ریاست مدینہ میں پوری طرح شریک ہیں تا کہ وہ اپنا تن من دھن ریاست مدینہ کے لیے قربان کر سکیں اور ان کی اطاعت کی یہی وجہ بنی ۔ اسی اطاعت کی مثال بخاری شریف میں آئی ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ:

> عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے موقع پر مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: یارسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی "فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا ها هنا قاعدون "کہ آپ خود اور آپ کے خدا چلے جائیں اور آپ دونوں لڑ بھڑ لیں۔ ہم تو یہاں سے ٹلنے کے نہیں، نہیں! آپ چلئے، ہم آپ کے ساتھ جان دینے کو حاضر ہیں۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ان کی اس بات سے خوشی ہوئی۔"[ii]

اب اس کے بعد تیسری تقرری کا شرف حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ کو غزوہ سفوان اولی کے دوران حاصل ہوا۔ یہ وہی زید بن حارثہ ہیں جو حضور کے متبنٰی یعنی منہ بولے بیٹے اور غلام تھے۔ حالانکہ عرب جیسے معاشرے میں جہاں غلاموں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا وہاں ایسے بندے کی تقرری ایک معجزے سے کم نہیں تھی انکی تقرری میرٹ پر مبنی تھی اس لیے بھی اور ساتھ یہ کہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کا تقرر اس لئے کیا تا کہ معاشرتی مساوات قائم ہو سکے۔ اور ان کو بعد میں بھی کئی دفعہ آپکو بعض مناصب سونپے گئے۔"[iii]

یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ معاشرتی مساوات سب کے لیے ہے۔ عربوں میں جو باعث تفاخر چیز تھی وہ یہی تھی اور یہ تقرری خاندانی شرف ونجابت پر ضرب کاری تھی۔ اس تقرری نے ثابت کیا کہ تقرری کے لیے لیاقت ہی شرط نہیں بلکہ اس کے لیے باصلاحیت ہونا ضروری ہے۔

حکمت بنوی کا ایک مظاہر جوچوتھی تقرری میں ہوا غزوہ ذوت العشیر میں غزوہ کے دوران ایک قریشی حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو نائب رسول کا عہدہ عطا کیا گیا۔ صحابی موصوف آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے حضرت زید بن حارثہ کو دوبارہ خدمت غزوہ مریسیع کے دوران تفویض کی گئی ۔ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سیاسی زندگی وہ شاہکار ہے جس نے دنیا کو ایسا سیاسی نظام مہیا کیا۔ جسکو محققین آج بھی پڑھ کر انگشت بدنداں ہیں کہ اتنے تھوڑے عرصے میں عرب کے بادیہ نشین قبائل میں انقلاب کیسے آسکتا ہے؟ موجودہ دور میں جتنے بھی انقلاب آئے انکو بہت وقت لگا جلدی سے کوئی انقلاب نہیں آیا۔ کسی کو سو سال کسی کو دو سو سال لیکن حضور نبی کریم نے جو انقلاب تیئس سالوں میں برپا کیا وہ

تاریخ کے اوراق اور انسانیت کے لیے آج بھی باعث فخر ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر اس عہدہ جلیلہ پر حضرت ابن ام مکتوم عامری قریشی کی تقرری عمل میں لائی گئی۔ مگر پھر کچھ مصالح کے پیش نظر ان کی جگہ حضرت ابولبابہ بشیرین عبدالمنذر خزرجی کو مقرر کیا گیا۔"[iv] بعض ماخذ کے مطابق حضرت ابن مکتوم کے بجائے حضرت عاصم بن عدی اوسی کا پہلے تقرر ہوا۔ پھر ان تمام کی روایات کی تنقیح کے بعد واضح ہوتا ہے اس موقع پر کم از کم تین حضرات کو شہر کے مختلف علاقوں کی انتظامی ذمہ داری سونپی گی، حضرت ابولبابہ خاص شہر رسول کے لیے مقرر کئے گئے، جبکہ عاصم بن عدی عجلانی اوسی شہر کے بالائی علاقے کے اور حضرت حارث بن حاطب اپنے قبیلہ بنو حزرجی اپنے قبیلہ اور بنو عمرو بن عوف کے معاملات وامور کے نگران تھے۔"[v]

عہد بنوی کا اانتظام کا حکمرانی خلفاء اور نواب نبوی ﷺ میں اب سے اہم شخصیت حضرت عمرو بن ام مکتوم کی ہے۔ یہ نابینا صحابی تھے جیسا کہ روایات میں مشہور ہے لیکن اس کے برعکس انکو حضور نبی مکرم ﷺ نے اس خلعت سے سرفراز کیا۔ اور اس کی بہت ہی وجوہات میں سے محقق کے نزدیک ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپکی نظر نہیں تھی۔ اور آپ بنفس نفیس جنگ میں شرکت کرنے سے عاری تھے، دوسری بات یہ کہ صاحب لیاقت تھے انکی لیاقت کے پیش نظر آپکو خلیفہ بنایا جاتا تھا۔ ظاہری آنکھ سے نہ دیکھنے کی وجہ آپکو کبھی غزوہ میں نہیں لے جایا گیا بلکہ عمومی طور پر ریاست مدینہ کا عہد نبوی میں نائب بنا دیا جاتا ہے۔ اب ان کے ذکر کی بات کی جائے تو ایک محتاط اندازے مطابق آپکو 12 یا 13 مرتبہ یہ سعادت حاصل ہوئی اور آپ نے جانشینی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپکو فتح مکہ تک 5 سال میں یہ سعادت بار بار ملی۔ آپ کو بحران، احد، حمراء الاسد، بنی نضیر، خندق بنو قریظہ اول کا عہدہ تو مستقل تھا، لیکن ان پر تقرری مستقل نہیں تھی۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان بن عفان اموی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، سباع بن عرفطہ غفاری کی بالترتیب غزوہ ذات الرقاع، بدرالموعد اور عمرہ بالقضاء کے موقع پر نیابت نبوی کا شرف حاصل ہوا۔"[vi]

یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی حضور ﷺ نے کچھ چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھا۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

اول قبائلی نقطہ نظر، یہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اور حضور نبی کریم نے بھی اس بات کو یہاں مدنظر رکھا۔ تو سب سے زیادہ تعداد قریش کی تھی اس لیے زیادہ تقرریاں ان کو ملی ہیں تعداد کے لحاظ سے

دوسرا نمبر اوس کا آتا ہے۔ ان کے بعد قبیلہ غفار کا درجہ آتا ہے۔ حضور نبی کریم نے تقرریاں بھی اسی حساب سے کی ہیں۔ کلب اور خزرج کے حصے میں بھی دو دو دفعہ یہ سعادت آئی تفصیل کا تجزیہ کچھ یوں بھی ہے۔

تجزیہ:

علاقائی نمائندگی کے لحاظ سے مرکزی عرب کے قریش و انصار کو زیادہ حصہ دیا گیا۔ ان کی خدمات بھی زیادہ تھیں۔ اور ان میں صلاحیت و لیاقت بھی زیادہ تھی۔ قبول اسلام کے اعتبار سے خلفاء رسول کی غالب اکثریت اگرچہ سابقین اوّلین میں سے تھی. مگر انصار کے تمام افراد کا تعلق مدنی عہد سے تھا۔ ان میں سے ایک دو کے سوا سے کہیں زیادہ مسلمان موجود تو تھے مگر ان سب کو یہ عہدہ عطا نہیں ہوا۔ عمر کے اعتبار سے حضرت عثمان بن عفان زیادہ عمر والے تھے باقی عمر کے لحاظ سے کم تھے۔ یعنی حضور ﷺ نے لیاقت وصلاحیت کو شرط رکھا باقی چیزوں کو ثانوی قرار دیا۔

شوریٰ:

شوریٰ سے مراد کسی بھی کام میں باہم مشورہ کرنا یعنی دوسروں کی رائے کو لینا۔ شوریٰ باہم مشورے کے متعلق ہے۔ حضور نبی کریم کی ذات اقدس ﷺ کا اہم پہلو شورائیت ہے۔

اللہ تعالی نے بھی شوریٰ کو بہت اہمیت دی ہے ارشاد فرمایا:"وامرھم شوریٰ بینھم۔ "[vii] کہ معاملات میں ان سے مشاورت کریں اور حضور نبی کریم ہر معاملات میں مشاورت فرماتے تھے۔ حضور نے مختلف موقعوں پر مختلف صحابہ کرام کو حق مشاورت دی اور انھیں کے مشوروں پر عمل کیا۔اس کی آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں بیش بہا مثالیں ملتی ہیں اسی لیے قرآن مجید میں حکم آیا ہے "اور ان سے مشاورت کریں معاملات میں۔ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :"اور ان سے معاملات میں مشاورت کریں پھر جب پختہ ارادہ کریں لیں تو پھر اللہ پر توکل کریں۔"[viii]

حضور ﷺ ایک عقل کل ہونے کے باوجود اللہ کریم نے آپکو بھی فرمایا کہ مومنین سے مشورہ کریں، تاکہ رہتی دنیا تک مثال رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی مدنی زندگی مشاورت سے بھرپور ہے۔ حضور ﷺ کی حکومت کی اہم خصوصیت شوریٰ ہے۔ اور اس میں متعدد مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ان میں بیشتر کا تعلق فوجی امور سے ہے، گھریلو زندگی سے متعلق اگرچہ کچھ مثالیں مذہبی، اقتصادی اور انتظامی معاملات سے متعلق بھی ہیں۔

مشیران نبوی:

اذان کے لیے مشاورت جب آذان کے لیے مشاورت کی گئی تو اس حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو معتبر مانا گیا جیسا کے بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے جب مسلمان (ہجرت کرکے) مدینہ پہنچے تو وقت مقرر کرکے نماز کے لیے آتے تھے۔اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ایک دن اس بارے میں مشورہ ہوا۔کسی نے کہا نصاریٰ کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا (بگل بنالو،اس کو پھونک دیا کرو) لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لیے پکار دیا کرے۔اس پر نبی کریم ﷺ نے (اسی رائے کو پسند فرمایا اور بلال سے) فرمایا کہ بلال! اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔"[ix]

اذان کے معاملے میں حضرت عمر کی رائے کو ہی معتبر مانا گیا اور پھر فرشتہ نازل ہوا اور اس نے اذان کا طریقہ سکھایا، جو آج تک رائج ہے۔ اب غزوہ احد میں صحابہ کرام جو جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے انھوں نے خواہش کی تھی کہ ہم چونکہ شامل نہیں ہوئے لہذا ہم مدینہ سے باہر جنگ لڑیں گے کثرت رائے سے یہ فیصلہ منظور ہوا۔ اور پھر مسلمانوں نے غزوہ احد مدینہ النبی ﷺ سے باہر لڑی اسی طرح مسجد نبوی کی تعمیر کی جگہ بھی صلاح و مشورہ کے بعد ہی منتخب کی گئی۔ سب سے بڑی مثال مواخاتِ مدینہ کی ہے ادھر بھی باہم صلاح و مشورہ ہوا۔ مدینہ کے یہودی قبائل کی اراضی کی تقسیم انصار کے مشورہ و مرضی سے کی گئی ہے۔ "[x] بحرین میں جب انصار مدینہ کو اراضی کے قطائع دے گئے تو انھوں نے اراضی لینے سے انکار کر دیا اس لیے کہ جب تک ان کے مہاجر بھائیوں کو زمینیں نہیں دیں گے اس وقت تک نہیں لیں گے۔"[xi]

صلح حدیبیہ کے نازک موقع پر حضور ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ قبول کیا۔۔۔۔ اسی طرح جنگ خیبر میں مسلم عورتوں کی شدید خواہش کی بناء پر ان کو جنگ میں اجازت دی گئی۔ "[xii] فتح مکہ کے موقع پر حضرت سیدنا سفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل کی جان بخشی کی سفارش بعض دوراندیش مسلمانوں نے کی تھی۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول ہوا۔"[xiii]

جنگی مشاورت نبوی:

حربی امور کے سلسلے میں مشیروں اور ان کے مشوروں کے اسماء کرام کا ذکر بڑی صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ غزوات کی فتح وکامرانی کے ظاہری اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ کے مشیر نہایت ہی معاملہ فہم تھے۔ اور حربی امور میں مختلف تجربات و مشاہدات سے حاصل ہونے والی معلومات کو زیر کار لاتے تھے۔ غزوہ بدر سے قبل جب قریش مکہ کی فوج کی آمد کی خبر ملی تو اسلام کی جنگی شوریٰ کا پہلا اجلاس ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمرو بن مقداد بن عمر خزاعی رضی اللہ عنہ نے مہاجرین میں سے اور سعد بن معاذ اوسی رضی اللہ عنہ و سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ اور حباب بن منذر خزرجی رضی اللہ عنہ نے انصار میں سے آپ کے منصوبے کی بھرپور حمایت کی۔"[xiv] میدان بدر میں موجود کنوؤں کو اندھا کرنے کا حکم مشہور ماہر حرب حضرت حباب بن منذر خزرجی رضی اللہ عنہ نے دیا۔"[xv]

جب جنگ بدر میں قیدیوں کے بارے میں مشورہ ہوا تو مختلف آراء سامنے آئیں۔ لیکن سند قبول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے کو ہوا۔"[xvi] احد کے سلسلے میں بھی شوریٰ منعقد ہوئی جنگ مدینہ کے اندر رہ کے لڑی جائے یا باہر تو بشمول نبی کریم ﷺ کے کبار صحابہ کی یہی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر لڑی جائے لیکن نوجوان صحابہ جو بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے ان کی خواہش کی بناء پر باہر جاکر جنگ لڑی گئی ان میں سے اکثر کی رائے یہی تھی تو حضور ﷺ نے بھی یہی چیز قبول کی اور ان مشورہ دینے والوں میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا نام سر فہرست تھا۔"[xvii]

ایک بڑی سازش کے خاتمے اور اسلامی ریاست کے خطرناک دشمن کعب بن اشرف کے قتل کے سلسلے میں حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی گئی۔"[xviii] غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود کر جنگ کرنا پورے عرب میں ایک نیا تجربہ تھا لیکن یہ ایسا تجربہ تھا کہ جو بہت زیادہ کامیاب ہوا اور جس کو حضور نبی کریم ﷺ نے قبولیت کا شرف بخشا۔ ایک طرف دس ہزار کا لشکر تھا جبکہ دوسری طرف صرف تین ہزار تھے لیکن تین ہزار دس ہزار پر غالب رہے اور یہ عرب اور مسلمانوں کی ایک عظیم جنگ تھی جس نے فتح کا فیصلہ سنا دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکے فارس کے رہنے والے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے خندق کا مشورہ دیا جس کو حضور ﷺ نے اور صحابہ کبار نے قبول کیا۔"[xix] کیونکہ فارس میں جو بڑی جنگیں لڑی جاتی تھی ان میں اکثر میں خندق کھودی جاتی تھی جن کی وجہ سے فارس کامیاب ہو جاتا تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تقرر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر ہوا۔ کیونکہ مرکزیت بنوامیہ کے پاس تھی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے، اس وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجیں۔"[xx]

غزوہ خیبر میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی رائے پر پہلے بعض درختوں کو کاٹنے کا حکم ہوا جو کچھ دیر بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے پر منسوخ کر دیا۔"[xxi]

ماخذ سے واضح ہوتا ہے کہ جنگی معاملات میں اکثر و بیشتر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو شرف قبولیت ملتا تھا۔ چنانچہ بدر، خندق، خیبر اور طائف وغیرہ کے مواقع پر مشاورت کے سلسلہ میں ان کی رائے کو حتمی سمجھا گیا۔

AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/6 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.2 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

ایک موقع پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بطور امیر سریہ تقرری حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے متفقہ مشورے پر ہوئی۔ جنگ حنین کے دوران تحریک جنگ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور محاصرہ طائف کے دوران منجنیق کے استعمال پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر اس کا محاصرہ اٹھالیا گیا اسی طرح تبوک سے واپسی کا فیصلہ فاروقی مشورہ سے ہوا۔"[xxii]

مشیروں کا تجزیہ:

حضور نبی کریم ﷺ کے ہاں اعلیٰ قسم کے مشیر ہی تھے، جن کی بدولت حضور نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کو دنیا کے لئے اعلیٰ مثال بنایا۔ مشیروں کے طبقے میں لگ بھگ پچاس صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے نام ملتے ہیں جن میں صحابیات بھی تھیں۔ استقصاء سے اور نام بھی مل سکتے ہیں لیکن محقق ان پر ہی اکتفا کرے گا۔ شوریٰ اصل میں تمام مسلمانوں کے لئے کھلی ہوئی تھی۔ لیکن آپ ﷺ مشورہ عموماً اہل الرائے سے ہی لیتے تھے۔ ان میں مہاجرین وانصار کے اکابر صحابہ کرام شامل تھے جن میں حضرت سعد بن عبادہ الخزرجی رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان میں سابقون الاولون بھی تھے اور متاخرین بھی خاص بات یہ کہ ان میں اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ بزرگوں کے دو چار نام ہی نظر آتے ہیں اور قبائلی نمائندگی کے لحاظ سے ان کی اکثریت کا تعلق وسطی عرب کے قبائل قریش اور انصار سے تھا۔ ان میں موالی بھی شامل تھے یعنی غلام جن میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ شامل تھے ان کی حیثیت کسی اعتبار سے فروتر نہ تھی۔

کتابت نبوی:

مرکزی حکومت میں کتابت ایک اہم شعبہ رہا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ابتداء میں کم لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کتابت کرنے والوں کی بات کی جائے تو ان کی کتابت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتابت کی اہمیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے غزوہ بدر میں قیدیوں کو اس شرط پر آزاد کیا، کہ وہ دس دس بچوں کو پڑھانا سیکھائیں۔

کتابت کے حوالے سے مختلف لوگوں نے مختلف کام کیے کتابت میں سب سے پہلے وحی کی باری آتی ہے۔ کتابت حدیث کے بارے میں بھی تاریخ کی کتب میں بہت سارے نام آتے ہیں۔ اسی طرح کتابت وحی کے بارے میں بھی بہت سے نام آتے ہیں۔ جن میں سے بعض روایات کو ملا کر کچھ 42 نام بنتے ہیں۔ ان کی صراحت کتب تواریخ و دیگر میں ملتی ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتابت کیا کرتے تھے ان کی غیر موجودگی میں اقراء الصحابہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاتب تھے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"[xxiii]

امام قضاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ان میں سے بوقت کتابت کوئی حاضر نہ ہوتا تو حاضرین میں سے کوئی بھی کر دیتا تھا۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، ابان بن سعید رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن صرح بھی شامل تھا لیکن وہ مرتد ہو گیا تھا، جن کو دوبارہ اسلام لانے تک پناہ دی گئی تھی۔"[xxiv]

ابن عساکر نے کاتبین کی تعداد 32 بتائی ہے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، اور ان کے بھائی صاحب ان حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید

رضی اللہ عنہ ان کو انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔"[xxv]

خطوط اور دستاویزات لکھنے والے صحابہ کرام:

خطوط و فرامین لکھنے والوں میں سر فہرست حضرات علی ہاشمی رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب خزرجی رضی اللہ عنہ، معاویہ اموی رضی اللہ عنہ، خالد اموی رضی اللہ عنہ، مغیرہ ثقفی رضی اللہ عنہ، علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ، ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ، ثابت خزرجی رضی اللہ عنہ، عثمان اموی رضی اللہ عنہ شرجیل کندی رضی اللہ عنہ، جہیم بن صلت مطلبی رضی اللہ عنہ، علاء بن حضرمی عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ابو بکر تیمی رضی اللہ عنہ، محمد بن مسلمہ اوسی رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ، ابان اموی رضی اللہ عنہ، یزید بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ، ابوسفیان بن حرب اموی رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ تیمی رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ تیمی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام شامل ہیں یہ لوگ بھی کاتبین وحی کے علاوہ بتائے جاتے ہیں۔ اس بات سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے علاوہ متعدد دوسرے صحابہ کرام بھی اس طبقہ عمال میں شامل تھے۔"[xxvi]

جب رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کی صلح (قریش سے) کی تو اس کی دستاویز علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی۔ انہوں نے اس میں لکھا محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ مشرکین نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھو، اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں تو اسے نہیں مٹا سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے وہ لفظ مٹا دیا اور مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ (آئندہ سال) تین دن کے لیے مکہ آئیں اور ہتھیار میان میں رکھ کر داخل ہوں، شاگردوں نے پوچھا کہ جلبان السلاح (جس کا یہاں ذکر ہے) کیا چیز ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میان اور جو چیز اس کے اندر ہوتی ہے (اس کا نام جلبان ہے)۔"[xxvii] یہاں اس حدیث پاک میں حضرت علی کے معاہدے لکھنے کا ذکر ہے۔

خصوصی امور لکھنے والے صحابہ کرام:

خصوصی امور لکھنے والوں میں حضرت بلال سر فہرست ہیں جو آپ کے خانگی امور کے نگران، قرض اور اُدھار کے منتظم، میزبانی کے مہتمم، اذن و اجازت دلوانے والے سترہ بردار، وضو کے پانی کا انتظام کرنے والے، انعام کی رقم عطاء کرنے والے، خازن و خزانچی، منادی و معلن، سفیر و متعدد دوسرے فرائض و امور کے نگران تھے۔"[xxviii] حضرت حصین بن نمیر معتصمر بن صمادح رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کتابت کا کام انجام دیتے تھے۔"[xxix] اور قرض کے معاملات دیکھا کرتے تھے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آپ کے اموال و صدقات کو لکھا کرتے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سفیران نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا طبقہ حکم نبوی حکمت عملی اور انتظامیہ کا اہم حصہ تھا۔"[xxx]

سفیران نبوی:

کسی بھی حکومت کے سفیر اس حکومت کے ترجمان اور حکومت کو بیرون ممالک کے ساتھ مضبوط رکھنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ ان کے ضروری اوصاف حکمت و فراست، دیانت و امانت فصاحت و بلاغت اور شخصیت و جاذبیت تھے، سفیران نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے تقسیم کار بھی مختلف ہے۔ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے۔ تو کچھ دوسرے صلح کے معاہدے کرنے کے لئے بعض نے لوگوں کو امان دی، بعض نے غیر مسلموں سے تعلقات کی بحالی کا انتظام کیا تھا۔

سفارت کار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

علامہ کتانی نے اپنی شہرہ آفاق التراتیب الاداریہ میں ذکر کیا ہے جن صحابہ کو نبی کریم ﷺ نے سفیر بنا کر دوسری مملکتوں کی طرف روانہ کیا تھا وہ درج ذیل ہیں: حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو حاکم بصرہ کی طرف بھیجا، ان کے ساتھ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور بھیجا، حضور ﷺ نے حضرت دحیہ قلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے پاس اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس مصر کے پاس بھیجا۔ حضرت علاء بن حضرمی کو منذر بن ساوی کی طرف بھیجا۔ حضرت عمرو بن عاص اور جلندی کی طرف بھیجا۔ المختصر باقی دیگر صحابہ کرام کو بھی حضور نے بھیجا۔" [xxxi]

کچھ لوگ ایسے تھے جن کو اپنے امان دے کر سفیر بنایا کہ آپ میری امان لے جائیں۔ اور فلاں کو جا کر دی کہ اسے امان ہے۔ فتح مکہ کے دن حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ میری قوم کے سردار ہیں وہ آپ کے خوف سے بھاگ نکلے ہیں تاکہ سمندر میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیں اور آپ نے ان کو امان دی اور علامت کے طور پر عمامہ عطا فرمایا، حضرت عمیر تیزی سے نکلے اور سمندر پر پہنچ کر فرمایا: اے صفوان اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو ہلاک نہ کر، صفوان نے کہا تیرا ستیاناس ہو، مجھ سے بات نہ کر مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا دیکھو، یہ حضور کی امان ہے، اور وہ تو حلیم ہیں اور بہت کریم ہے۔ صفوان آئے اور حضور کے پاس آکر کھڑے ہو گئے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ جبہ آپ نے مجھے دیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کے یہ سچ کہتے ہیں۔ صفوان نے عرض کی کہ مجھے دو مہینوں کا وقت دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کے تجھے دو مہینوں کا وقت ہے۔ اسی طرح ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ کے لئے امان حاصل کی یہاں تک کہ وہ بھی مسلمان ہوں گے۔" [xxxii]

مترجمین صحابہ کرام:

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بادشاہوں کو حضور ﷺ کی طرف سے خطوط لکھتے تھے اور جو خطوط عجمیوں کے پاس سے آتے تھے ان کا ترجمہ بھی کرتے تھے اور جواب بھی لکھتے تھے۔ آپ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی کے ترجمان بھی تھے۔ ان زبانوں کو آپ نے مدینہ منورہ میں انکے اہل زبان سے سیکھی تھی، فارسی کسری کے قاصد سے، رومی زبان حضور ﷺ کے ایک دربان سے، حبشی زبان ایک خادم سے اور قبطی زبان ایک خادمہ سے سیکھی تھی۔ حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہود کی کتابت سیکھیں اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو علم فرمایا کہ وہ سریانی زبان سیکھیں۔ آپ نے اس کو تقریباً دس دن میں سیکھ لیا۔ ایک روایت میں سترہ دن ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہودیوں کی بھی کتابت سیکھ لو۔ مجھے کسی یہودی کی کتابت پر اطمینان نہیں ہے چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے بھی صرف پندرہ دن میں سیکھ لیا۔ اس طرح وہ عبرانی اور سریانی ان دو زبانوں کے بھی واقف ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ ان کی تحریر کو بھی جانتے تھے۔" [xxxiii]

حساب و کتاب کی جانچ پڑتال آڈٹ کرنے والے صحابہ کرام کا بیان:

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد" کے ایک آدمی ابن اللبیلہ کو بنی سلیم کے صدقات پر عامل بنا کر بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے ان کو مال پیش کیا اور کہا کہ یہ تمہارا سرکاری مال ہے اور یہ الگ سے تمہارے لئے ہے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے خطبہ میں فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ سچا ہے تو ذرا اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر دیکھے کہ کون ان کو ہدیہ دیتا ہے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص صدقات کے مال کی وصولی کے وقت) ناحق کوئی چیز نہ لے ورنہ وہ اس کو قیامت کے دن ان کو اٹھاتا پھرے گا۔" [xxxiv] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں سے تشریف لائے تو فرمایا اللہ کی قسم صرف اللہ کا حساب میرے ذمہ ہے۔ تمہارا کوئی حساب میرے ذمہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال حج لازما کیا کرتے تھے۔ اپنے عمال کو ساتھ لے کر اپنی رعایا کے حقوق پورے پورے ادا کرتے۔ اُن کو ظلم سے روکتے اور قریب کے احوال معلوم کرتے اور رعایا کے لئے وقت مقرر فرماتے اُن کی شکایات کا ازالہ فرماتے۔"[xxxv]

رسالت مآب ﷺ کے عہد میں ڈاکٹروں کے بارے میں:

حضرت عروہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے امی جان! آپ کے علم شاعری سے مجھے کوئی تعجب نہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جو کہ لوگوں میں آپ زیادہ علم و دانش والے تھے۔ لیکن مجھے آپ کی طبی مہارت اور اس کے علوم سے بڑا تعجب ہے۔ آپ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے شانوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں علیل ہو گئے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں عرب کے مختلف جہات سے وفود آتے تو ان کی عمدہ صفات بیان فرماتے ہیں آپ ﷺ کا علاج کرتی تھی۔ پس یہیں سے میں نے علاج معالجہ سیکھا۔ صحت کی حالت میں حفاظت والی تدابیر سے مثلاً ریاضت، مجاہدہ اور کم کھانے کے ذریعہ اور تر کھجور میں ککڑی کے ساتھ کھانے سے اور تر کھجوریں خربوزہ کے ساتھ کھانے سے اور فرماتے اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو دور کرتی ہے۔ احمد بینائی کے لئے ہر روز انند کا سرمہ لگا کر آنکھوں کا علاج فرماتے تھے۔ گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھواتے تھے۔ کھانوں کی خاصیت کی رعایت فرماتے تھے۔ حرارت و برودت کی صفت کو معتدل بناتے تھے۔"[xxxvi]حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار پڑے تو حضرت محمد ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کی چھاتی کے درمیان رکھا تو ان کو اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو فرمایا: تم دل کے بیمار ہو۔ کہ تم قبیلہ ثقیف کے حارث بن کلاہ کے پاس جاؤ۔ وہ طب کا علاج جانتے ہیں۔ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عرب کے فضلاء اطباء میں سے تھے، طائف کے رہنے والے تھے اور فارس میں رہ کر وہاں کی متعدد ڈگریاں طب میں حاصل کی تھیں۔

فارس میں بھی مشہور طبیب رہے پھر اپنے ملک کو لوٹے تو بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طب کو حاصل کرتے ہر اس شخص سے جو طب کا علاج جانتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اللہ کے حکم سے جھاڑ چک کی اجازت دی (اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ)۔"[xxxvii]

حضور ﷺ نے عبد اللہ بن اریقط الدولی کو ہجرت کے وقت میں رہبری کے لئے مقرر کیا حالانکہ وہ کافر تھا۔ اس سے طب، علاج اور سرمہ اور ادویات، حساب و کتاب اور نبض شناسی ان امور میں کافر کی طرف رجوع کرنے کی دلیل معلوم ہوتی ہے، حالانکہ کوئی چیز راستہ کی رہبری سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ خصوصاً ہجرت کے راستہ میں۔ اب یہاں سے یہ دلیل لی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی بندہ بیرون ملک تعلیم کے لیے یا کسی کافر کے پاس بھی تعلیم کے لیے جاتا ہے تو اس کا اس کے پاس جانا جائز ہے۔

حدود نافذ کرنے والے صحابہ کرام کا ذکر:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ایک قوم کے لیے مقرر فرمایا۔"[xxxviii]

خلاصہ بحث:

عہد نبوی ﷺ میں ریاست چونکہ بہت بڑی ہو گئی تھی اس لیے ایک بندے لیے تمام کام کرنا بہت مشکل تھا اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے مرکز کا نظام چلانے کے لیے اپنی کابینہ تشکیل دی جو مختلف کام سر انجام دیتی تھی۔ اور اس طرح عہد نبوی میں نظام بہتر طریقے سے

چلتا تھا۔

تجاویز و سفارشات:

1. تمام مسلم ریاستوں کو مدینہ کی نبوی ریاست کو بطور ماڈل اپنانا چاہیے جس میں شفافیت عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی ہو۔
2. اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد عہدِ نبوی ﷺ کے ماڈل پر رکھی جائے۔ جدید اسلامی ریاستوں کو چاہیے کہ وہ عہدِ نبوی ﷺ کے تنظیمی اصولوں کو بطور ماڈل اپنائیں، جن میں شفافیت، مشاورت، عدل، اور تقویٰ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔
3. منتخب حکام کی تقرری میں دیانت و اہلیت کو معیار بنایا جائے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے نائبین، کاتبین اور مشیرین کی تقرری میں تقویٰ، فہم و فراست اور قابلیت کو معیار بنایا، ویسے ہی آج کے نظمِ حکومت میں سفارش، قوم پرستی اور سیاسی وابستگی کے بجائے اہلیت اور دیانت داری کو ترجیح دی جائے۔
4. مشاورتی نظام کو فعال بنایا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا طرزِ حکومت شورائی تھا، لہٰذا موجودہ مسلم معاشروں میں پارلیمانی یا مشاورتی اداروں کو محض نمائشی کے بجائے مؤثر اور بااختیار بنایا جائے۔
5. کتابت اور ریکارڈ کی حفاظت کا نظام مضبوط ہو۔ کتابتِ نبوی ﷺ کے ذریعے معاہدات، فرامین، اور حکومتی خطوط کو محفوظ کیا گیا۔ آج کے دور میں بھی ریاستی معاملات میں شفاف ریکارڈنگ، ڈیجیٹل دستاویزی نظام اور محفوظ آرکائیو کی ضرورت ہے۔
6. اسلامی سیاسی فکر کی ترقی کے لیے تحقیق کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جامعہ جات اور ریسرچ سینٹرز میں ریاستِ مدینہ کے مختلف پہلوؤں جیسے مالیات، عدلیہ، خارجہ پالیسی اور نظم و نسق پر تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں۔
7. سیرتِ طیبہ کو عصری سیاسیات سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ موجودہ مسلم اسکالرز کو چاہیے کہ وہ سیرتِ رسول ﷺ کو محض تاریخی واقعات کی فہرست کے بجائے ایک عملی سیاسی و انتظامی رہنما کے طور پر پیش کریں۔

مصادر و مراجع

[i] ۔صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، 1995) ص 15

[ii] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی (دار ابن کثیر الیمامہ، س۔ن) رقم الحدیث 3952۔

[iii] ۔ایضاً

[iv] صدیقی، یاسین مظہر، عہد نبوی کا نظام حکومت، ص 16

[v] ایضاً، ص 18

[vi] صدیقی، یاسین مظہر، عہد نبوی کا نظام حکومت، ص 16

[vii] ۔القرآن، 38:42۔

[viii] ۔القرآن:159:3۔

[ix] ۔امام بخاری، **الصحیح**،ج ۲، رقم الحدیث 603

[x] بلاذری، احمد بن یحیٰ، **فتوح البلدان**، (مصر: مکتبہ قاہرہ) ص 213۔

[xi] امام بخاری، **الصحیح**، ج2 رقم الحدیث، 567،

[xii] صدیقی، یاسین مظہر، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، ص 12

[xiii] ایضا

[xiv] واقدی، عمر ابن حزم، **کتاب المغازی**، (بیروت لبنان: دارالفکر، 1932) ص 552

[xv] ایضا

[xvi] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 20

[xvii] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 19

[xviii] ایضا، ص 23

[xix] ابن اسحاق، محمد ابن اسحاق، **السیرہ النبویہ**، (مکتبہ رباط 1957) ص 450

[xx] واقدی، عمر ابن حزم، **کتاب المغازی**، ص 32

[xxi] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 20۔

[xxii] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 20،

[xxiii] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی میں تنظیم حکومت وریاست**، ص 44

[xxiv] الکتانی، **التر تیب الادار یہ**، (لاہور: مکتبہ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ 1991) ص 73۔

[xxv] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 21،

[xxvi] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 22

[xxvii] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **الصحیح**، ج2، رقم الحدیث 2698

[xxviii] واقدی، عمر ابن حزم، **کتاب المغازی**، ص 248

[xxix] ابن سعد، محمد بن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: لبنان 1957) ج 1 ص 266۔

[xxx] صدیقی، یاسین مظہر، **عہد نبوی کا نظام حکومت**، ص 22۔

[xxxi] کتانی، علامہ عبد الحی، **التر تیب الادار یہ**، ص 97

AL-AHQAQ **Recognized by HEC in Y-Category**
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/6 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.2 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

[xxxii] کتانی، علامہ عبدالحی، **الترتیب الاداریہ**، ص108،

[xxxiii] ایضا

[xxxiv] کتانی، علامہ عبدالحی، **الترتیب الاداریہ**، ص151

[xxxv] ایضاً

[xxxvi] کتانی، علامہ عبدالحی، **الترتیب الاداریہ**، ص217،

[xxxvii] ایضاً

[xxxviii] کتانی، علامہ عبدالحی، الترتیب الاداریہ، ص157